بعض مستشرقین اور مسلم محققین کی کتب کے بارے میں

اقبال کے تاثرات

اختر راہی

علامہ اقبال ایک بلند پایہ عالم تھے۔ ان کی نظر وسیع اور دلچسپیاں متنوع تھیں۔ قانون اور فلسفہ میں انہوں نے اعلیٰ تعلیمی اسناد حاصل کی تھیں۔ معاشیات، اسلامیات، تاریخ اور ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور ان علوم میں انہوں نے یادگار تحریریں چھوڑی ہیں۔ تصنیف و تالیف کے دوران ان کی نظر سے بیسیوں کتابیں گزریں۔ بعض سے انہوں نے اکتساب فیض کیا اور اپنی تحریروں میں ان کے حوالے دیئے۔ بعض انہیں بالکل متاثر نہ کر سکیں اور انہوں نے اپنی رائے کا بے لاگ اظہار کر دیا۔ علامہ کے مکتوبات میں مختلف کتابوں کے بارے میں ان کی رائے معلوم ہوتی ہے۔ ان آراء اور تاثرات کا مطالعہ اس لحاظ سے خاصی اہمیت کا حامل ہے کہ ان سے علامہ کے فکری منابع پر روشنی پڑتی ہے۔

علامہ کی مرجع عام شخصیت کے پیش نظر اہلِ قلم اُن سے رابطہ رکھتے تھے۔ زیرِ تحقیق موضوعات پر اُن سے رہنمائی حاصل کرتے اور اپنی کاوشوں پر علامہ کی رائے کو وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ علامہ نے اپنے کئی معاصرین کی کتابوں پر تقریظیں لکھیں اور اپنی رائے کا اظہار کیا۔

علامہ کے ذخیرۂ کتب مخزونہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور[1] کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ زیرِ مطالعہ کتابوں پر حواشی لکھنے کے عادی تھے۔ وہ حواشی میں توضیح و تشریح کے ساتھ تصحیح و اختلاف بھی کرتے تھے اور زیرِ مطالعہ کتاب کے بارے میں ایک جچی تلی رائے قائم کرتے تھے۔

علامہ اقبال نے مشرق و مغرب، ہر دو کے تعلیمی اداروں سے فیض پایا تھا۔ اُن کے اساتذہ میں ڈاکٹر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (م ۱۹۳۰ء) اور پروفیسر میک ٹیگرٹ (م ۱۹۲۵ء) جیسے غیر مسلم مستشرقین شامل تھے لیکن اسلامی موضوعات پر مستشرقین کی کتابوں کے بارے میں وہ اچھی رائے نہیں رکھتے تھے حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری، اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے علامہ سے مشورہ کیا تو علامہ نے ان کے نام خط میں لکھا:

"جہاں تک اسلامی ریسرچ کا تعلق ہے۔ فرانس، جرمنی، انگلستان اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے مقاصد خاص ہیں۔ جن کو عالمانہ تحقیق اور احقاقِ حق کے ظاہری طلسم میں چھپایا جاتا ہے۔ سادہ لوح مسلمان طالب علم اس طلسم میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں آپ کے بلند مقاصد پر نظر رکھتے ہوئے میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے لئے یورپ جانا بے سود ہے[۲]"

جرمن مستشرقین گولڈ زیہر (IGNAZ GOLDZIHER) کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہ ایک جرمن یہودی ہے اور انگریزی میں نہیں لکھتا۔ اس کی مشہور ترین کتب جرمن زبان میں ہیں اور ان میں کوئی خاص چیز مجھے تو نظر نہیں آئی۔ میں یورپین مستشرقین کا قائل نہیں کیونکہ ان کی تصانیف سیاسی پراپیگنڈا یا تبلیغی مقاصد کی تخلیق ہوتی ہیں[۳]"

صلاح الدین خدا بخش (م ۱۹۳۱ء) نے جرمن مستشرقین کی چند کتابوں کے انگریزی تراجم کئے تو ان پر سخت گرفت کی گئی تھی حتیٰ کہ انہیں مسلم آؤٹ لک (لاہور) میں اپنا معذرت نامہ شائع کرنا پڑا تھا۔ صلاح الدین خدا بخش کے تراجم کے بارے میں علامہ لکھتے ہیں:

"اسلام کے ثقافتی اور فلسفیانہ پہلو پر ابھی کام کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ جرمن زبان میں چند کتابیں ہیں جن کا حال ہی میں کلکتہ کے صلاح الدین خدابخش صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا لیکن وہ کتابیں بھی کچھ یونہی سی ہیں" (۹)

ڈاکٹر آرنلڈ سے علامہ کو جو محبت و الفت تھی ان کی نظم آرنلڈ کی یاد میں اور باہمی تعلقات سے عیاں ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ کی وفات کی خبر سن کر ان کی آنکھیں اشکبار ہوگئی تھیں اور سر جھکا کر چند لمحے خوب روئے تھے۔ جب دل کا غبار ہلکا ہو تو کہا IQBAL HAS LOST HIS FRIEND AND TEACHER۔ اسی دوران میں ڈاکٹر آرنلڈ کی اسلام دوستی کا ذکر آگیا تو علامہ نے فرمایا:

"اسلام! اسلام سے آرنلڈ کو کیا تعلق ....

"دعوت اسلام اور اس قسم کی کتابوں پر نہ جاؤ۔ آرنلڈ کی وفاداری صرف خاک انگلستان سے تھی۔ وہی ان کا دین تھا اور وہی ان کی دنیا۔ انہوں نے جو کچھ کیا۔ انگلستان کے مفاد کے لئے کیا۔ میں جب انگلستان میں تھا تو انہوں نے مجھ سے براؤن کی تاریخ ادبیات ایران پر کچھ لکھنے کی فرمائش کی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا کیوں کہ مجھے اس قسم کی تصنیفات میں انگلستان کا مفاد کام کرتا نظر آتا تھا۔ دراصل یہ بھی ایک کوشش تھی ایرانی قومیت کو ہوا دینے کی۔ اس مقصد سے کہ ملت اسلامیہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ مغرب میں فرد کی زندگی صرف ملک کے لئے ہے اور وطنی قومیت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ملک اور قوم (دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں) کو ہر بات پر مقدم رکھا جائے۔ لہذا آرنلڈ کو مسیحیت سے غرض تھی نہ اسلام سے۔ بلکہ سیاسی اعتبار سے دیکھا جائے تو آرنلڈ کیا ہر مستشرق کا علم وفضل

وہی راستہ اختیار کر لیتا ہے جو مغرب کی ہوسِ استعمار اور شہنشاہیت کے مطابق ہو۔ ان حضرات کو بھی شہنشاہیت پسندوں اور سیاست کاروں کا دست و بازو تصور کرنا چاہئیے۔"(۶)

اس فکری اور مقصدی اختلاف کے علی الرغم مستشرقین کے اندازِ ترتیب و تدوین اور حاشیہ نگاری کو پسند کرتے تھے۔ ان کی محنت کی داد دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہمارے اہلِ قلم بھی اس طرف توجہ دیں۔ تدوین و تحقیق کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ میں وسائل ایڈٹ کرنے کے بہت زیادہ ہیں لیکن آخر ہندی مسلمانوں کو بھی تو یہ کام کچھ نہ کچھ شروع کرنا ہے"(۷)

فان کریمر (VON KREMER) کی تاریخ القرآن کے بارے میں اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں:

"میرا ارادہ ہے کہ کبھی فرصت ملے تو اس کے بعض حصص کا ترجمہ اُردو میں کر ڈالوں کتاب کا انداز عالمانہ اور منصفانہ ہے۔ اگرچہ مجموعی لحاظ سے اس کا مقصد ہماری آرار اور عقائد کے خلاف ہے۔ میرا مقصد ترجمے سے صرف یہ ہے کہ ہمارے علمار کو یورپ والوں کے طرزِ استدلال و تحقیق معلوم ہو"(۸)

غیر مسلم مستشرقین کے بارے میں عمومی تبصرہ کرتے ہوئے علامہ رقمطراز ہیں:

"یورپین کتابوں میں سے اکثر بلاشبہ خاص اغراض کو مدِنظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہیں (مثلاً تبلیغی، سیاسی، تجارتی وغیرہ) تاہم ان کتابوں میں کہیں کہیں آپ کو اپنے مضمون سے متعلق نہایت مفید معلومات ملیں گی"(۹)

یہ تو تھے بعض مستشرقین اور ان کی کتب کے بارے میں علامہ اقبال کے تاثرات اب بعض مسلم محققین کی کتابوں کے بارے میں ان کی آرار درج کی جاتی ہیں۔

تفسیر ملّا صدرالدین شیرازی

محمد بن ابراہیم ملقب بہ صدرالدین شیرازی (م ۱۰۵۱ھ) نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی تفسیر لکھی تھی۔ علامہ نے اس کے بارے میں حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے :

"بعض مقامات تو خوب ہیں مگر بحیثیت مجموعی اس کا پایہ تفاسیر میں بہت کم ہے"(۱۰)

شہادت القرآن علی جمع القرآن

شیخ عطاء اللہ وکیل (گجرات) نے ۱۹۰۷ء میں یہ رسالہ لکھا تھا۔ انہوں نے یہ ثابت کیا تھا کہ قرآن مجید، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جمع اور مرتب ہو گیا تھا دوسری بار یہ رسالہ جناب محمد حسین عرشی کے تعارف کے ساتھ ماہنامہ "طلوع اسلام" (لاہور) کے نومبر اور دسمبر ۱۹۵۸ء کے شماروں میں طبع ہوا۔ علامہ نے اولیں اشاعت پر مؤلف کے نام خط میں لکھا :

"یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت لاجواب ہے اور میں اس کے طرزِ استدلال کو نہایت پسند کرتا ہوں۔ آپ کی محنت واقعی داد کے قابل ہے"(۱۱)

قرآن آسان قاعدہ

خواجہ حسن نظامی (م ۱۹۵۵ء) کے اس قاعدہ پر علامہ نے اپنی رائے کا اظہار مؤلف کے نام خط میں کیا ہے :

"قرآن آسان قاعدہ بظاہر خوب معلوم ہوتا ہے۔ اس کا تجربہ ضرور کرنا چاہیئے۔ گو مجھے اندیشہ ہے کہ تجربہ میں مشکلات کا سامنا ہو گا"(۱۲)

موازنۂ صلیب و ہلال

جناب محمد عبدالسمیع خان نکہت شاہجہان پوری نے اسلامی تمدن اور یورپ پر اسلام

کے احسانات کے بارے میں یہ کتاب لکھی۔ پہلی بار ۱۹۳۲ء میں طبع ہوئی۔ علامہ نے "موازنہ صلیب و ہلال" کے بارے میں مندرجہ ذیل رائے دی ہے :

"موازنۂ صلیب و ہلال تاریخی و سیاسی معلومات کا زبردست مخزن ہے میرا خیال ہے کہ قومی احیاء کی خاطر تمام مسلمانوں کے لئے بے حد مفید ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی رائے سے میں سر تا سر متفق ہوں"(۱۳)

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کی رائے یہ ہے :

"میں نے یہ کتاب جا بجا سے دیکھی۔ اس کی زبان اور طرزِ ادا تعریف کے قابل ہے ذخیرۂ معلومات بھی بہت زیادہ ہے۔ مجھے وثوق ہے کہ اس کے مطالعہ سے عام مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔"

فلسفہ اور معجزہ

مولانا ابوالمحمود ہدایت اللہ سوہدروی (م ۱۹۷۰ء) نے ۱۹۲۲ء میں فلسفہ اور معجزہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے معجزے کو ممکن اور دلیل نبوت قرار دیا۔ انہوں نے کتاب کا ایک نسخہ علامہ اقبال کے پاس بھیجا۔ علامہ نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا :

"آپ کی کتاب فلسفہ اور معجزہ نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔ جن لوگوں کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس کتاب کو شوق سے پڑھیں گے اور اس کے مضمون سے مستفیض ہوں گے"(۱۴)

کتاب الطواسین

فرانسیسی مستشرق لوئی ماسینیوں (LOUIS MASSIENON) نے حسین بن منصور حلاج (م ۹۲۲ء) کے مجموعۂ گفتار کتاب الطواسین کا ایک مستند متن تیار کیا

اور اس پر بہت محنت سے حواشی لکھے۔ لوئی ماسینیوں کی مرتبہ کتاب الطواسین ۱۹۱۳ء میں پیرس سے شائع ہوئی۔ علامہ نے اکبرالہ آبادی کے نام ایک خط میں لکھا۔

"ابن منصور حلاج کا رسالہ کتاب الطواسین فرانس میں مع نہایت مفید حواشی کے شائع ہوگیا ہے .... فرانسیسی مستشرق نے نہایت عمدہ حواشی دیئے ہیں" [۱۵]

ایک دوسرے خط میں رقمطراز ہیں:

"منصور حلاج کا رسالہ کتاب الطواسین جس کا ذکر ابن ندیم کی فہرست میں ہے، فرانس سے شائع ہوگیا ہے۔ مؤلف نے فرنچ زبان میں نہایت مفید حواشی اس پر لکھے ہیں... حسین کے اصلی معتقدات پر اس رسالے سے بڑی روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے مسلمان منصور کی سزا دہی میں بالکل حق بجانب تھے۔ اس کے علاوہ ابن حزم نے کتاب الملل میں جو کچھ منصور کے متعلق لکھا ہے۔ اس کی اس رسالے سے پوری تائید ہوتی ہے" [۱۶]

اسرار الحکم

علامہ اقبال کے ایک نیازمند پروفیسر محمد اکبر منیر ایران میں تھے۔ انہیں تصوف کی کتب جمع کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے:

"حال کے ایرانی حکماء میں ہادی سبزواری مشہور ہیں۔ ان کی کتاب اسرار الحکم میری نظر سے گزری ہے۔ محض افلاطونیت کا چربہ ہے اور بس" (۱۷)

تفہیماتِ الٰہیہ

شاہ ولی اللہ (م ۱۷۶۲ء) کی تالیف تفہیماتِ الٰہیہ مکمل صورت میں پہلی بار ۱۹۳۶ء میں مجلسِ علمی ڈابھیل نے شائع کی۔ علامہ اقبال کو شاہ صاحب کی یہ کتاب پسند نہ آئی۔ مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۴ء) کے نام ایک خط میں لکھا :

"اس کتاب سے مجھے بہت مایوسی ہوئی ہے" (۱۸)

کفر توڑ

منشی عبدالغفور نامی ایک شخص، آریہ سماجی مبلّغوں کے زیرِ اثر حلقۂ اسلام سے نکل کر دھرم پال کہلانے لگا اور تبدیلیٔ مذہب پر "ترکِ اسلام" کے نام سے ایک کتاب لکھی منشی دھرم پال نے اس کتاب میں اسلام کے خلاف ان تمام اعتراضات کو دہرایا جو آریہ سماجی آئے دن کرتے رہتے تھے۔ "ترکِ اسلام" کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے "ترکِ اسلام" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی مگر منشی دھرم پال پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد منشی دھرم پال آریہ سماج سے بیزار ہو کر دوبارہ مسلمان ہو گیا اور اب دھرم پال سے "غازی محمود دھرم پال" بن گیا۔ اس "عجیب شخص" نے اپنی زندگی کے تجربات و

مشاہدات "داستان غم" کے نام سے قلمبند کئے ہیں۔

غازی محمود دھرم پال نے دوبارہ حلقۂ اسلام میں آنے کے بعد اپنا سارا وقت تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیا اور اسلام کے خلاف جو کچھ لکھ چکے تھے اس کی تلافی کے لئے آریہ سماج کے خلاف تیز و تند زبان میں "کفر توڑ" اور "حق مار" جیسی کتابیں لکھیں۔ کفر توڑ کے اندازِ تحریر کے پیش نظر علامہ نے لکھا:

"کفر توڑ وغیرہ کی اشاعت کا راز اس بات میں ہے کہ عوام گالی گلوچ کو بہت پسند کرتے ہیں کہ یہ ان کی روزمرہ زندگی کا جزو اعظم ہے متین طرزِ تحریر صرف خواص کو پسند ہوتا ہے"(۱۹)

اسلام اور اقوامِ اچھوت

اکبر شاہ خان نجیب آبادی (م ۱۹۳۸ء) کا یہ رسالہ مدینہ پریس، بجنور میں ۱۹۳۶ء میں طبع ہوا۔ علامہ ان کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں:

"آپ کا رسالہ اچھوت اقوام اور اسلام نہایت دلچسپ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ عام طور پر نہایت مفید ثابت ہوگا"(۲۰)

قادیانی مذہب

پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس برنی (م ۱۹۵۹) نے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے عقیدت مندوں کی تحریریں مختلف عنوانات کے تحت یکجا کی ہیں۔ قادیانی مذہب کے عقائد و اعمال پر لکھی گئی اس کتاب پر علامہ نے مؤلف کے نام خط میں حسب ذیل تبصرہ کیا:

"مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بے شمار لوگوں کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے گی اور جو لوگ قادیانی مذہب پر مزید لکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے تو یہ ضخیم کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جس سے ان کی محنت و زحمت بہت کم ہو گئی ہے"(۲۱)

پیام امین

جناب محمد عبداللہ منہاس کی تالیف "پیام امین" مطبوعہ امرتسر پر علامہ اقبال کی مندرجہ ذیل تقریظ ملتی ہے:

"میں مسلمانوں کے لئے پیام امین کا مطالعہ اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سے ان میں قرآن پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ اور ذوق پیدا ہوگا جو ان کی حیاتِ قومی کے لئے ضروری ہے"(۲۲)

غزالی کا فلسفۂ اخلاق (انگریزی)

پروفیسر محمد عمر الدین (مرحوم ۱۹۶۴ء) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ فلسفہ و نفسیات سے منسلک تھے۔ انہوں نے امام غزالی کے فلسفۂ اخلاق پر ۱۹۲۵ء میں ایک کتابچہ THE ETHICAL PHILOSOPHY OF AL-GHAZZALI کے نام سے لکھا علامہ نے مؤلف کو لکھا:

"امام غزالی کے فلسفۂ اخلاق کا یہ نہایت ہی دلچسپ تذکرہ ہے۔ یہ درست ہے کہ مفکر کو ایک منظم عالمِ فکر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس لئے وہ اخلاقیات اور مابعد الطبیعات کے نظام قائم کرنے پر مجبور ہوتا ہے لیکن تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ ایک عام فرد

کو انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے ایک نظام کی ضرورت ہے۔ اپنے اور اس گروہ کے مفاد کے پیشِ نظر جس سے وہ وابستہ ہے۔ اُسے اُس نظام کی حاکمیت پر معترض نہ ہونا چاہئیے۔ میرے خیال میں اسلام کی قوتِ تعمیر اقوام کا یہی راز ہے۔ آپ کا مقالہ پُر تاثیر و فیض انگیز ہے (۲۳)"

پروفیسر محمد عمر الدین کے استاد گرامی ڈاکٹر ظفر الحسن کے نام ایک خط میں اسی کتابچے کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"آپ کے شاگرد رشید محمد عمر الدین صاحب نے کچھ عرصہ گزرا۔ مجھے الغزالی پر ایک چھوٹی سی کتاب ارسال فرمائی تھی۔ ان سے کہئیے کہ وہ مارگرڈ (مارگرٹ) سمتھ کی کتاب AN EARLY MYSTIC OF ISLAM حارث ابن اسد المحاسبی کا، جو چند ماہ قبل شائع ہوئی، مطالعہ کریں۔ انہیں چاہئیے کہ اس کتاب کا ایک ایک لفظ نہایت غور سے پڑھیں۔ اس کتاب سے انہیں نہ صرف غزالی کی تعلیمات کے سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی بلکہ غزالی کی مدد سے مشرق و مغرب کے یہودی اور عیسائی تصوف پر محاسبی کے اثرات کا بھی معقول اندازہ ہو سکے گا" (۲۴)

الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ

موسیٰ جار اللہ (م ۱۹۴۹ء) کو ۱۹۳۰ء میں وطن روس سے ہجرت کرنا پڑی۔ انہوں نے کئی سال مسلم ممالک کی سیاحت کی۔ برصغیر میں بھی مقیم رہے۔ ان کی اس کتاب پر علامہ نے اپنے تاثرات سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھے :

"انہوں (موسیٰ جار اللہ) نے حال میں ایک کتاب عقائدِ شیعہ پر شائع کی ہے۔ اس میں بعض لطائف ہیں جو بہت جاذبِ توجہ ہیں"(۲۵)

اسلامی مساوات

مولوی حفیظ اللہ پھلواروی (م ۱۹۷۶ء) کا رسالہ "اسلامی مساوات" ۱۹۲۲ء میں طبع ہوا علامہ نے اس کے بارے میں یہ تقریظی جملے مؤلف کے نام ایک خط میں لکھے:

"آپ کا رسالہ اسلامی مساوات بہت معنی خیز ہے۔ اس قسم کا لٹریچر کثرت سے ملک میں شائع ہونا چاہیے اور بالخصوص ہندوستان کی غیر مسلم اقوام میں۔ کیونکہ ان اقوام کو اسلام کے اس پہلو سے مطلق آگاہی نہیں۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ہو جائے تو بہتر ہو (گا)"(۲۶)

مذکورہ رسالہ کا انگریزی ترجمہ ISLAMIC BROTHERHOOD کے نام سے شائع ہوا

سیرت النبیؐ

علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) نے ۱۹۱۲ء میں سیرت النبیؐ لکھنے کا آغاز کیا ابھی دو جلدوں کا مواد ہی اکٹھا کیا تھا کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کی رحلت کے تقریباً ساڑھے تین سال بعد پہلی جلد شائع ہوئی۔ دوسری جلد مولانا سید سلیمان ندوی کے اضافوں کے ساتھ طبع ہوئی مزید چار جلدیں مولانا ندوی نے ترتیب دیں۔ مولانا ندوی کے نام ایک خط میں علامہ نے سیرت النبیؐ کے بارے میں لکھا۔

"مولانا مرحوم نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے جس کا صلہ دربارِ نبویؐ سے عطا ہوگا"(۲۷)

ماہنامہ "پیشوا" (دہلی) رسولؐ نمبر

حافظ سید عزیز حسن بقائی کی ادارت میں ماہنامہ "پیشوا" (دہلی) نے اگست ۱۹۳۰ء میں رسولؐ نمبر

شائع کیا۔ علامہ اقبال نے مدیر رسالہ کے نام خط میں لکھا:

"سیرت رسول کی انسائیکلوپیڈیا .... (اس سال) یہی ایک ایسا رسول نمبر ہے جو تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے"[۲۸]

سیرت عائشہؓ

سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کی تالیف سیرت عائشہ مطبع معارف اعظم گڑھ سے ۱۹۲۰ء میں طبع ہوئی۔ علامہ نے مؤلف کے نام خط میں لکھا:

اس کتاب کے پڑھنے سے میرے علم میں بہت مفید اضافہ ہوا ہے"[۲۹]

خیام

سید سلیمان ندوی کی یہ تالیف ۱۹۳۲ء میں طبع ہوئی۔ علامہ نے اس کی اشاعت پر مؤلف کو لکھا:

عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے۔ اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا"[۳۰]

یاد رفتگاں

محمد دین فوق (م ۱۹۴۵ء) نے صوفیائے لاہور کا تذکرہ "یادِ رفتگان" کے نام سے قلمبند کیا اس کے بارے میں علامہ نے مؤلف کو لکھا:

اہل اللہ کے حالات نے جو آپ نے بنام یاد رفتگاں تحریر فرمائے ہیں۔ مجھ پر بڑا اثر کیا اور بعض بعض باتوں نے تو جو آپ نے اس چھوٹی سی کتاب میں درج کی ہیں مجھے اتنا رلایا کہ میں بے خود ہو گیا"[۳۱]

سرگزشتِ اقبال باقی المعروف بہ سیرتِ باقی

حافظ سیّد عزیز حسن بقائی نے حضرت خواجہ باقی باللہ (م ۱۶۰۳ء) کی سوانح حیات لکھی۔ اس کتاب پر علامہ کی حسب ذیل تحریر بطور تقریظ درج ہے:

"سیرت باقی کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اس وقت ایسی کتابوں کی اشاعت مسلمانوں کے لئے ازبس مفید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نے یہ کتاب لکھ کر دنیا کی ایک خدمت انجام دی ہے"(۲۲)

سوانح علاّمہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ

منشی محمد دین فوق نے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی سوانح حیات لکھی اور ضمناً سیالکوٹ شہر کے تاریخی حالات بھی درج کئے، علاّمہ نے اس کتاب پر تقریظ میں علامہ سیالکوٹی کے مقام و مرتبہ اور خدمات کے ذکر کے بعد لکھا ہے:

"منشی محمد دین صاحب فوق نے جن کی تاریخی کرید مشہور ہے۔ مولانا مرحوم کے حالات زندگی لکھ کر ملک اور قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کی یہ تصنیف نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔"(۲۳)

جہاں آرا بیگم

ضیاءالدین احمد برنی (م ۱۹۶۹ء) نے جہاں آرا بیگم کی سوانح حیات لکھی۔ علاّمہ نے مؤلف کو ایک خط میں لکھا:

"آپ نے جہاں آرا بیگم کی سوانح عمری بہت اچھی لکھی ہے۔ اس کی زندگی واقعی ایک نیک مسلم عورت کا نمونہ ہے۔"(۲۴)

حرّیت اسلام

منشی محمد دین فوق کی اکثر کتابوں کی طرح "حرّیت اسلام" پر بھی علاّمہ نے تقریظ

لکھی ۔ اس میں علامہ نے لکھا :

" فوق صاحب کو اسلامیات سے ہمیشہ شغف رہا ہے ۔ اس سے پہلے آپ کی متعدد تصانیف شائع ہو چکی ہیں لیکن حق یہ ہے کہ حریت اسلام آپ کی بہترین تصنیف ہے ۔ دلیری اور بے باکی سے اعلانِ حق کرنا ، گزشتہ مسلمانوں کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو تھا ۔ مگر افسوس کہ عصر حاضر کے عام مسلمان تاریخِ اسلام سے بالکل بے بہرہ ہیں ۔ اچھے اچھے تعلیم یافتہ بھی موٹے موٹے واقعات سے بے خبر ہیں ۔ ان حالات میں فوق صاحب کی تصنیف پنجاب کے اسلامی لٹریچر میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ کوئی مسلمان خاندان اس بیش بہا کتاب کے مطالعے سے محروم نہ رہے گا" (۳۵)

راہنمائے کشمیر

محمد دین فوق کے اس رسالے کے بارے میں لکھا ہے :

" نہایت مفید اور دلچسپ ہے ۔ طرزِ بیان بھی دلکش ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ عام لوگوں کے لئے نہایت مفید ہو گا" (۳۶)

فتح قسطنطنیہ

حاجی بدر الدین احمد نے "فتح قسطنطنیہ" کے نام سے کتاب لکھی جو ۱۹۱۴ء میں مطبع ستارۂ ہند کلکتہ سے طبع ہوئی ۔ اس کے آخر میں علامہ اقبال کی تقریظ نقل کی گئی ہے :

" فتح قسطنطنیہ کو میں نے سرسری نظر سے دیکھا ہے ۔ نہایت دلچسپ ہے اور مفید معلومات کا خزینہ" (۳۷)

اخبار الصنادید

مولوی نجم الغنی رامپوری (م ۱۹۳۲ء) نے روہیلوں کی مبسوط تاریخ دو جلدوں میں

قلمبند کی۔ علامہ نے مؤلف کو ان الفاظ میں داد دی ہے۔

"آپ کا طرزِ تحریر نہایت سادہ اور مؤثر ہے اور بحیثیت مجموعی آپ کی تصنیف تاریخ کا عمدہ نمونہ ہے۔"(۳۸)

حوالہ جات

۱۔ اس ذخیرہ کتب کی فہرست مجلّہ "فاران" (اسلامیہ کالج۔ سول لائنز لاہور) کی اشاعت بابت جون ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ اسی حوالے سے رحیم بخش شاہین نے MEMENTOS OF IQBAL (لاہور۔ آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس (۱۹۷۰) میں نقل کی ہے۔ اس ذخیرہ میں بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جو علامہ اقبال کی وفات کے بعد شائع ہوئی تھیں۔

۲۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ اول (لاہور: شیخ محمد اشرف (س۔ن م)) ۲۹۸ ص

۳۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ دوم (لاہور: شیخ محمد اشرف (۱۹۵۱ء)۔ ۹۶ ص

۴۔ ایضاً (حوالہ مذکورہ)۔ ۹۰ ص

۵۔ PREACHING OF ISLAM (انگریزی) کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ نے دعوت اسلام کے نام سے کیا۔ مطبوعہ لاہور: محکمہ اوقاف حکومت پنجاب (۱۹۷۲ء) ۴۳۲ ص

۶۔ سید نذیر نیازی۔ مکتوبات اقبال (کراچی: اقبال اکادمی پاکستان (۱۹۵۰ء)۔ ۹۶۔ ۹۷ ص

۷۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبال نامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۲۲۵ ص

۸۔ بشیر احمد ڈار۔ انوارِ اقبال (کراچی: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۶۷ء)۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸ ص

۹۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ دوم (حوالہ مذکورہ)۔ ۲۰۴ ص

۱۰۔ ایضاً (حوالہ مذکورہ)۔ ۱۶۴ ص

۱۱۔ بشیر احمد ڈار (حوالہ مذکورہ)۔ ۱۸۷ ص

۱۲۔ رحیم بخش شاہین۔ اوراق گم گشتہ (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز (۱۹۷۵ء) ۴۶ ص

۱۳۔ ایضاً (حوالہ مذکورہ) ۷۰ ص

۱۴۔ ہدایت اللہ سوہدروی۔ تاریخ ککے زئی (وزیرآباد: فینسی سٹیم پریس ۱۹۲۳ء) ۳۱ ص۔ افضل حق قرشی ۔ "باقیاتِ اقبال" مشمولہ سہ ماہی اُردو (کراچی) بابت جولائی ۱۹۶۹ء ۔ ۴۵ ص

۱۵۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ دوم (حوالہ مذکورہ)۔ ۵۰۔۵۱ ص

۱۶۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۵۴ ص

۱۷۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ دوم (حوالہ مذکورہ) ۔ ۱۵۷ ص

۱۸۔ اختر راہی ۔ اقبال۔ سید سلیمان ندوی کی نظر میں (لاہور: بزم اقبال ، ۱۹۷۸)
۲۲۱ ص

۱۹۔ بشیر احمد ڈار۔ (حوالہ مذکورہ)۔ ۲۱۷ ص

۲۰۔ ایضاً ۔ ۳۱۸ ص

۲۱۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۴۱۱ ص

۲۲۔ افضل حق قرشی۔ نادرات اقبال مشمولہ سہ ماہی صحیفہ (لاہور۔ اقبال نمبر ۲، ۱۹۷۳ء)۔ حصہ اوّل
۲۳۲ ص

۲۳۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۶۶۔ ۶۷ ص۔ اصل انگریزی خطوط کے لئے ملاحظہ ہوں: ماہنامہ نقوش (لاہور) بابت دسمبر ۱۹۷۷ء ۱۔۱۹ ص
نیز سہ ماہی سویرا (لاہور۔ بابت جنوری تا مارچ ۱۹۷۸ء۔ ۱۵ ص

۲۴۔ ایضاً۔ شیخ عطاء اللہ (حوالہ مذکورہ)۔ ۶۸۔ ۶۹ ص

۲۵۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۱۹۸ ص، اختر راہی (حوالہ مذکورہ) ۲۲۸ ص

۲۶۔ اختر راہی۔ نوادر اقبال مشمولہ سہ ماہی اقبال (لاہور) بابت اکتوبر ۱۹۷۶ء۔ ۵۰ ص

۲۷۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۸۵ ص

۲۸۔ رفیع الدین ہاشمی۔ خطوط اقبال (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب (۱۹۷۷ء)۔ ۱۹۰ ص

۲۹۔ شیخ عطاء اللہ۔ اقبالنامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۱۱۳ ص، نیز اختر راہی۔ اقبال، سید سلیمان ندوی کی نظر میں (حوالہ مذکورہ)۔ ۱۵۰ ص

۳۰۔ ایضاً۔ اقبالنامہ حصہ اوّل (حوالہ مذکورہ)۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹ ص نیز اختر راہی۔ اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں (حوالہ مذکورہ)۔ ۲۱۳ ص

۳۱۔ بشیر احمد ڈار (حوالہ مذکورہ)۔ ۵۲۳ ص

۳۲۔ اختر راہی۔ نوادرِ اقبال (حوالہ مذکورہ)۔ ۵۰ ص

۳۳۔ سید عبدالواحد معینی۔ مقالات اقبال (لاہور: شیخ محمد اشرف (۱۹۶۳ء)۔ ۲۱۰ ص

۳۴۔ بشیر احمد ڈار۔ (حوالہ مذکورہ) ۱۴۶ ص

۳۵۔ سید عبدالواحد معینی (حوالہ مذکورہ) ۲۰۹۔ ۲۱۰ ص

۳۶۔ بشیر احمد ڈار (حوالہ مذکورہ)۔ ۶۵ ص

۳۷۔ ایضاً۔ ۲۴۲ ص

۳۸۔ ایضاً۔ ۲۸۵ ص